تدبّرِ قرآن

٨٦

الطارق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ا۔ سورہ کا عمود اور سابق سورہ سے تعلّق

یہ سورہ سابق سورہ کی توام ہے۔ دونوں کا عمود بالکل ایک ہے۔ صرف اسلوب بیان اور نہج استدلال الگ الگ ہیں۔ تمہید اور خاتمہ کے پہلو سے بھی دیکھیے تو دونوں میں حیرت انگیز مشابہت پائی جاتی ہے۔ آفاق و انفس کے شواہد اور خالق کائنات کی صفات کی روشنی میں یہ حقیقت ان میں مبرہن فرمائی گئی ہے کہ قرآن جس روزِ جزاء و سزا سے ڈرا رہا ہے اس کو ہنسی مسخری نہ سمجھو۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ اس کے ظہور میں جو دیر ہو رہی ہے تو اس کو تکذیب کا بہانہ نہ بناؤ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے لیے ڈھیل ہے کہ اس کی حجت تمام ہو جائے اور تم اپنا پیمانہ اچھی طرح بھر لو۔ خدا کی تدبیر نہایت محکم ہوتی ہے اس وجہ سے وہ سرکشوں کو پکڑنے میں عجلت نہیں کرتا۔ لیکن جب پکڑتا ہے تو کوئی اس کے پنجۂ عذاب سے چھوٹ نہیں سکتا۔

ب۔ سورہ کے مطالب کا تجزیہ

سورہ کے مطالب کی ترتیب اس طرح ہے:

(۱-۴) آسمان اور اس کے ستاروں کی شہادت اس بات پر کہ خدا کی نگاہوں سے کوئی چیز بھی اوجھل نہیں۔ اس نے ہر جان پر پہرے بٹھا رکھے ہیں۔ جن ہوں یا انسان سب کی نگرانی ہو رہی ہے۔ وہ جس کو جب چاہے پکڑ سکتا اور سزا دے سکتا ہے۔ کوئی اس کے قابو سے باہر نہیں ہے۔

(۵-۸) منکرینِ قیامت کو اس حقیقت پر غور کرنے کی دعوت کہ انسان کی خلقت کسی ایسے نایاب جوہر سے نہیں ہوئی ہے جو خدا کی دسترس سے باہر ہو بلکہ وہ پانی کی ایک بوند سے پیدا ہوتا ہے جو اسی کے اندر سے نکلتی ہے۔ جب اسی کے اندر سے ٹپکی ہوئی ایک بوند کو اللہ تعالیٰ اپنی صنعت گری سے انسان بنا دینے پر قادر ہے تو اس کو دوبارہ پیدا کرنے اور اٹھا کھڑے کرنے سے کیوں عاجز رہ جائے گا!

(۹-۱۰) اس حقیقت کا اظہار کہ خدا ہر ایک کے ہر قول و فعل بلکہ دلوں کے بھیدوں اور پس پردہ

رازوں سے بھی) اچھی طرح باخبر ہے۔ ایک دن سارے راز پرکھے اور جانچے جائیں گے۔ اس دن کسی کے پاس نہ اس کی اپنی کوئی قوت وجمعیت ہوگی جو اس کے کام آسکے اور نہ کسی کی سعی وسفارش اس کو کچھ نفع پہنچانے والی بنے گی۔

(۱۱-۱۴) ایک عام آفاقی شہادت کا حوالہ اس امر کے حق میں کہ قرآن جس قیامت سے ڈرا رہا ہے وہ کوئی ہنسی مسخری کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے جو پیش آکے رہے گی۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس کے لیے تیاری کریں نہ کہ اس کا مذاق اڑائیں۔

(۱۵-۱۷) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ مخاطبین تمہاری تکذیب کے لیے جو چالیں چل رہے ہیں اس سے مایوس نہ ہو بلکہ ان کو ابھی کچھ دن مہلت دو۔ تمہارے رب نے ان کے لیے استدراج کا جو دام بچھایا ہے یہ اس میں پھنس چکے ہیں۔ ان کا انجام اب ان کے سامنے آیا ہی چاہتا ہے۔

سُوْرَةُ الطَّارِقِ

مَكِّيَّةٌ — اٰیات : ۱۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آیات ۱-۱۷

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

ع ۱۷/۱۱

ترجمہ آیات ۱-۱۷

شاہد ہیں آسمان اور رات میں نمودار ہونے والے اور تم کیا سمجھے کہ کیا ہیں رات میں نمودار ہونے والے! دمکتے ستارے! کہ کوئی جان نہیں کہ اس پر نگہبان نہیں۔ ۱-۴

انسان غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے! وہ پیدا کیا گیا ہے ذرا سے اچھلتے پانی سے جو نکلتا ہے ریڑھ اور پسلیوں کے بیچ سے۔ بے شک

وہ اس کے لوٹا سکنے پر پوری طرح قادر ہے ۔ ۵-۸

اس دن ساری چھپی باتیں پرکھی جائیں گی تو اس وقت اس کے پاس کچھ زور نہ ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔ ۹-۱۰

شاہد ہے آسمان، پُراز باراں اور زمین، پر شگاف کہ یہ دوٹوک بات ہے اور یہ کوئی ہنسی مسخری نہیں ۔ ۱۱-۱۴

وہ چل رہے ہیں ایک چال اور میں بھی کر رہا ہوں ایک داؤ۔ تو ان کافروں کو مہلت دے، ان کو چھوڑ ذرا دیر کو۔ ۱۵-۱۶

الفاظ و اسالیب کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجْمُ الثَّاقِبُ (۱-۳)

آسمان اور ستاروں کی قسم

جس طرح سابق سورہ میں برجوں والے آسمان کی قسم کھائی ہے اسی طرح اس سورہ میں آسمان اور اس کے دمکتے ستاروں کی قسم کھائی ہے اور یہ قسم، جیسا کہ وضاحت ہو چکی ہے، بطور شہادت اس دعوے پر دلیل پیش کرنے کے لیے کھائی ہے جو آگے آ رہا ہے۔

'طارق' کے لغوی معنی تو شب میں آنے والے کے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد شب میں نمودار ہونے والے ستارے ہیں۔ اس کی وضاحت خود قرآن ہی نے 'اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ' کے الفاظ سے کر دی ہے۔

'وَمَآ اَدْرٰىكَ' کا سوال اس شہادت کی عظمت و اہمیت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی اس شہادت کو معمولی شہادت نہ گمان کرے۔ یہ بہت بڑی شہادت ہے بشرطیکہ غور کرنے والے اس پر غور کریں اور سمجھیں، اس کو مذاق بنانے کی کوشش نہ کریں۔

'اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ' سے کوئی خاص ستارہ مراد نہیں ہے بلکہ جس طرح 'وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ' (النحل - ۱۶: ۱۶) اور بعض دوسری آیات میں یہ لفظ جنس کے مفہوم میں آیا ہے اسی طرح یہاں بھی یہ جنس ہی کے مفہوم میں ہے۔ البتہ 'ثَاقِبٌ' کی صفت سے یہ اشارہ فرما دیا ہے کہ اس سے مراد وہی ستارے ہیں جن کی روشنی از خود ہم تک پہنچتی ہے اور جن کی جستجو کے لیے ہمیں ترقی یافتہ دوربینوں کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ ہر دیکھنے والا ان کو دیکھ اور ان سے وہ سبق حاصل کر سکتا ہے جو قرآن یہاں دینا چاہتا ہے۔ یہ امر یہاں واضح رہے کہ ستارے صرف اتنے ہی نہیں ہیں جتنے ہمیں نظر آتے ہیں۔ یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کون جان سکتا ہے کہ کتنے جہان اور کتنے ستارے ہیں!

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۴)

ستاروں کی شہادت اس دعوے پر کہ ہر جان پر نگران مقرر ہیں

یہ مقسم علیہ یا اصل دعویٰ ہے جس کو ثابت کرنے کے لیے مذکورۂ بالا قسم کھائی گئی ہے۔

'لَمَّا' کا استعمال یہاں ذرا نادر ہے اس وجہ سے اس کی توجیہ میں اہل نحو نے اختلاف کیا ہے۔ ہم اس کی تحقیق سورۂ ہود آیت ۱۱۱ اور سورۂ زخرف آیت ۳۵ کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

ستاروں کی شہادت اس دعوے پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جان پر نگران مقرر کر رکھے ہیں ایک تو اس پہلو سے ہے کہ انسان سوچے کہ جب خدا کی مقرر کی ہوئی اتنی ان گنت آنکھیں رات بھر جاگتی اور

ٹکٹکی لگائے زمین والوں کو گھورتی رہتی ہیں کس کی مجال ہے کہ اس کے دام سے بچ کے نکل سکے۔ سائنس کی ایجاد کردہ بڑی سے بڑی دوربینوں کے اندر بھی وہ طاقت نہیں ہے جو آسمان کے معمولی سے معمولی ستاروں کے اندر ہے جن کی روشنی تہ بہ تہ فضاؤں کو چیرتی ہوئی زمین تک پہنچ جاتی ہے۔ جو خدا اپنی قدرت کی یہ شان ہر شب میں ہمیں دکھا رہا ہے اس کے متعلق یہ تصور کہ اس کی نگاہوں سے کوئی چیز بھی اوجھل رہ سکتی ہے صرف اس شخص کے اندر پیدا ہو سکتا ہے جو عقل سے بالکل عاری ہو۔

دوسرا پہلو اس کا وہی ہے جس کی طرف ہم سابق سورہ میں بھی اشارہ کر چکے ہیں اور جو قرآن کے دوسرے مقامات میں بھی بیان ہوا ہے کہ انہی ستاروں کے اندر خدا نے ایسے برج بنائے ہیں جہاں سے ان شیاطین پر شہاب ثاقب کی مار پڑتی ہے جو خدا کے ممنوعہ حدود میں دراندازی کی جسارت کرتے ہیں۔ قدرت کا یہ انتظام اس بات پر شاہد ہے کہ یہ دنیا بے راعی کا گلہ نہیں ہے بلکہ اس کے چپے چپے پر خدا نے اپنے پہرہ دار بٹھا رکھے ہیں جو شب و روز ہر چیز کی نگرانی کر رہے ہیں اس وجہ سے لازماً اس کے بعد ایک یوم الحساب آنا ہے جس کے احتساب سے کوئی بھی اپنے کو بچا نہ سکے گا۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ إِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (۵-۸)

انسان کا وجود خود شاہد ہے کہ خدا اس کو دوبارہ اٹھا سکتا ہے

یہ اس احساس ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے جو ہر اس انسان کے اندر پیدا ہونا چاہیے جو اس حقیقت کو پا گیا ہے کہ یہ دنیا کوئی اندھیر نگری نہیں ہے بلکہ اس کا خالق ایک ایک چیز پر نگاہ رکھے ہوئے ہے اور جب وہ نگاہ رکھے ہوئے ہے تو لازم ہے کہ وہ ایک ایسا دن بھی لائے جس میں نیکوں کے سامنے ان کی نیکی اور بدوں کے سامنے ان کی بدی اپنے حقیقی نتائج کی صورت میں بے نقاب ہو۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ یہ انسان کو خود اس کے وجود کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر وہ اپنی ہی خلقت پر غور کرے تو خدا کی قدرت، حکمت اور اس کی صنعت گری کی ایسی شانیں ظاہر ہوں گی کہ وہ پکار اٹھے گا کہ جو خدا پانی کی ایک حقیر بوند سے اس کو ان اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کر سکتا ہے وہ مرنے کے بعد اس کو دوبارہ اٹھا سکنے پر بھی قادر ہے۔

جزا و سزا کے منکرین کا سب سے بڑا شبہ یہی تھا کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جانے کو بعید از امکان تصور کرتے تھے۔ ان کے اس شبہ کو دور کرنے کے لیے قرآن نے جگہ جگہ ان کو خود ان کی خلقت پر غور کرنے کی دعوت دی ہے۔ سورۂ عبس میں اسی طرح کے لوگوں کو ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے:

قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَآ أَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ أَيِّ — انسان غارت ہو کتنا ناشکرا ہے! اس کو خدا

شَیۡءٍ خَلَقَهٗ ؕ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ ثُمَّ السَّبِیۡلَ یَسَّرَهٗ ۙ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ ۙ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنۡشَرَهٗ ؕ

(عبس - ۸۰: ۱۸ - ۲۲)

نے کس چیز سے پیدا کیا، پانی کی ایک بوند سے! اس کو پیدا کیا، پھر اس کے لیے ایک اندازہ ٹھہرایا، پھر اس کے لیے راہ آسان کی، پھر اس کو موت دی اور اس کو قبر میں رکھوایا۔ پھر جب چاہے گا اس کو اٹھا کھڑا کرے گا۔

خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ یَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَیۡنِ الصُّلۡبِ وَ التَّرَآئِبِ۔ یہ اس پانی کی نوعیت، اس کے خروج کی صورت اور اس کی جگہ کے حدود اربعہ کی وضاحت فرما دی تاکہ انسان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ یہ پانی نہ کوئی جوہر نایاب ہے اور نہ یہ کسی ایسی ولایت سے آتا ہے جو خدا کی خدائی کے حدود سے باہر ہو بلکہ انسان ہی کی ریڑھ اور اس کی چھاتیوں کے بیچ سے اچھلتا ہے اور قدرت اسی کو اپنے سانچے میں جس شکل و صورت پر چاہتی ہے ڈھالتی ہے اور پھر اس کو بطن مادر سے باہر لاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس خدا کی اس عظیم قدرت و حکمت کا مشاہدہ ہر شخص خود اپنے وجود کے اندر کر رہا ہے کیا اس کے لیے اس کو دوبارہ زندہ کرنا ناممکن ہو جائے گا! اسی حقیقت کی طرف سورۂ انفطار میں یوں توجہ دلائی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِیۡمِ ۙ الَّذِیۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ كَلَّا بَلۡ تُكَذِّبُوۡنَ بِالدِّیۡنِ ۙ

(الانفطار - ۸۲: ۶-۹)

اے انسان، تجھے تیرے اس رب کریم کے باب میں کس چیز نے مغالطے میں ڈال رکھا ہے؛ جس نے تیرا خاکہ بنایا، پھر تیرے نوک پلک سنوارے اور تجھے بالکل ٹھیک ٹھاک کیا اور جس شکل پر چاہا تجھے متشکل کر دیا! (اس خدا کی قدرت کے باب میں کسی شک کی گنجائش) ہرگز نہیں ہے لیکن تم جزا و سزا کو جھٹلانا چاہتے ہو (اس وجہ سے اس قسم کے شبہات ایجاد کر رہے ہو)۔

اِنَّهٗ عَلٰی رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ۔ یعنی جس خدا نے انسان کو پیدا کرنے میں اپنی قدرت و حکمت کی یہ شانیں دکھائی ہیں وہ اس کے مرکھپ جانے کے بعد اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی ضرور قادر ہے۔ 'رَجۡعِهٖ' میں ضمیر کا مرجع انسان ہے جس کو آیت فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ (۵) میں غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ امر یہاں واضح رہے کہ اگرچہ لفظ عام استعمال ہوا ہے لیکن اصل روئے سخن قریش ہی کی طرف ہے جو اس قسم کے لاطائل شبہات پیدا کر کے قرآن کے انذار کو غیر مؤثر بنا دینا چاہتے تھے۔

یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرَآئِرُ (۹)

آخرت کے احتساب کی نوعیت

اس دن جس طرح کے احتساب سے لوگوں کو سابقہ پیش آئے گا یہ اس کا بیان ہے۔ فرمایا کہ اس دن مخفی باتیں بھی جانچی اور پرکھی جائیں گی۔ یعنی صرف ظاہری اقوال و اعمال ہی زیر بحث نہیں آئیں گے بلکہ مخفی اعمال، دلوں کے کھوٹ اور نیتوں کے فساد بھی پرکھے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ایسے آلات ہیں جو مخفی سے مخفی گوشوں میں کیے ہوئے اعمال و اقوال کا بھی کھوج لگالیں گے، اور ہر عمل کو پرکھ کر بتا دیں گے کہ کس کے اندر کتنا کھوٹ ہے اور کتنا اخلاص۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اس دن آدمی کے اعضاء و جوارح بھی ان تمام اعمال کی گواہی دیں گے جو انسان نے کیے ہوں گے تو جب اعضاء و جوارح بھی گواہ بن کر اٹھ کھڑے ہوں گے تو کسی راز کے راز رہنے کا کیا امکان باقی رہا۔

فَمَالَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ (۱۰)

اس دن آدمی کے پاس نہ اس کی اپنی ذاتی قوت ہوگی جس سے وہ مدافعت کر سکے اور نہ اس کے اعوان و انصار اور نہ کاعد و شفعاء میں سے کوئی اس کی حمایت کے لیے اٹھے گا۔ ہر ایک کا ظاہر و باطن کھلی کتاب کی طرح سامنے ہوگا اور صرف خدائے علیم و خبیر ہی کا فیصلہ بے چون و چرا نافذ ہوگا۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۱۱-۱۲)

حیات بعد الموت پر آفاقی شہادت

اوپر حیات بعد الموت اور روز جزا پر انسان کی خلقت سے شہادت پیش کی ہے۔ اب اسی دعوے پر ایک آفاقی دلیل کی طرف توجہ دلائی ہے۔

'رَجْعٌ' کی تشریح اہل لغت نے 'المطر بعد المطر' سے کی ہے۔ یعنی وہ بارش جو یکے بعد دیگرے ہوتی اور زمین کو زندگی و شادابی بخشتی ہے۔

'صَدْعٌ' کے معنی پھٹنے کے ہیں۔ یعنی جب بارش ہوتی ہے تو زمین کے مسامات کھل جاتے ہیں اور وہ پانی جذب کر کے پھول جاتی اور دیکھتے دیکھتے لہلہا اٹھتی ہے۔ اگرچہ یہاں لہلہا اٹھنے کا ذکر لفظوں میں نہیں ہے لیکن قرینہ اس پر دلیل ہے۔ اسلوب قسمیہ ہے اس وجہ سے بات اشاروں میں کہہ دی گئی ہے۔

قرآن کے دوسرے مقامات میں مختلف اسلوبوں سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ مرنے کے بعد لوگوں کو از سر نو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔ جو لوگ اس بات میں شک کر رہے تھے اُن کو ملامت کی گئی ہے کہ تم ایک ایسی بات میں شک کر رہے ہو جس کا مشاہدہ آئے دن تمہیں ہوتا رہتا ہے۔ سورۂ انبیاء میں اسی طرح کے شکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا	کیا جنھوں نے قیامت کا انکار کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں بند

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط (الانبیآء - ۲۱ : ۳۰)

ہم تے ہیں پس ہم اُن کو کھول دیتے ہیں اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا۔

اس آیت کی تفسیر اس کے محل میں دیکھ لیجیے۔ آسمان و زمین کے بند ہونے سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ نہ آسمان سے پانی برستا نہ زمین سبزہ اگاتی لیکن جب اللہ تعالیٰ آسمان کے دریچے کھول کر پانی برسا دیتا ہے تو زمین بھی اپنے خزانوں کے دروازے کھول دیتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جب چاہے گا زمین سے ان سارے لوگوں کو زندہ اٹھا کرے گا جو اس میں دفن ہیں۔

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (۱۳-۱۴)

مکذبینِ قیامت کو تنبیہ

جس طرح سابق سورہ کے آخر میں مکذبینِ قیامت کو متنبہ فرمایا ہے کہ قرآن کے اس انذار کا مذاق نہ اڑاؤ، یہ لوحِ محفوظ سے اترا ہوا نہایت برتر کلام ہے، اسی طرح اس سورہ کے آخر میں بھی ایک نئے اسلوب سے آگاہ فرمایا کہ یہ قرآن جس روزِ حساب سے تمھیں آگاہ کر رہا ہے وہ ایک امرِ قطعی اور اٹل ہے جس سے تمھیں لازماً سابقہ پیش آنا ہے تو اس کو مذاق کا موضوع نہ بناؤ بلکہ دانشمندی اور عاقبت بینی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو توجہ سے سنو، سمجھو اور آنے والے دن کی تیاری کرو۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۙ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا (۱۵-۱۶)

پیغمبر صلعم کو تسلی

یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ تمھارے انذار کا مذاق اڑانے کے لیے لوگ جو سخن سازیاں کر رہے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے دل میں فی الواقع کچھ شبہات ہیں جو کسی جواب یا کوئی معجزہ دکھا دینے سے دور ہو جائیں گے۔ یہ شبہات محض حقیقت سے فرار کے لیے گھڑے جا رہے ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ نہ یہ خود تمھاری بات مانیں نہ اپنے عوام کو ماننے دیں تاکہ ان کی سیادت قائم رہے اور اپنی جن خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں بدستور ان کی پیروی کرتے رہیں۔

وَّاَكِيْدُ كَيْدًا، فرمایا کہ ان کی اس چال کے توڑ کے لیے میں بھی ایک چال چل رہا ہوں۔ وہ یہ کہ ان کو پکڑنے میں جلدی کرنے کے بجائے ان کو ڈھیل دے رہا ہوں تاکہ یہ اپنا پیمانہ اچھی طرح بھر لیں اور جب پکڑے جائیں تو ان کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔ یہ نادان اس ڈھیل کو اپنی کامیابی گمان کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ خدا کے استدراج کے پھندے میں اس طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ جتنی ہی ان کی رسی دراز ہو رہی ہے اتنی ہی اس کی گرفت مضبوط ہو رہی ہے۔ یہ گویا اسی بات کی دوسرے الفاظ میں وضاحت ہے جو سابق سورہ میں وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ (البروج - ۸۵ : ۲۰) کے الفاظ سے بیان ہوئی ہے۔

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (۱۷)

یعنی جب یہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے گھیرے میں ہیں تو خواہ ان کو کتنی ہی ڈھیل ملے اس بات

کا کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ یہ خدا کی گرفت سے باہر نکل جائیں گے تو تم بھی ان کو ڈھیل ہی دو یعنی ان کے طعنوں اور مطالبات سے تنگ آکر یہ تمنا نہ کرو کہ اب ان کو کوئی نشانیٔ عذاب دکھا ہی دی جائے یا سرے سے ان کا قصہ ہی پاک کر دیا جائے۔

اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا۔ یہ اوپر کے ٹکڑے ہی کی وضاحت ہے کہ اس ڈھیل سے یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی غیر محدود مدت کے لیے ان کو ڈھیل دی جائے بلکہ بس ذرا سی ان کی رسی دراز کر دی جائے تاکہ جو کھلیلیں یہ کرنی چاہتے ہیں کر لیں بالآخر تو ان کو اپنے انجام سے دوچار ہونا ہی ہے۔

یہاں کلام کا یہ پہلو خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ ڈھیل دینے کی ہدایت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمائی جا رہی ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اب ان کی قسمت کی باگ، دراصل پیغمبر ہی کے ہاتھ میں خدا نے دے دی ہے۔ البتہ وہ پسند یہ فرماتا ہے کہ پیغمبر ان کو ذرا سی ڈھیل مزید دے دیں۔

ان سطور پر اس سورہ کی تفسیر تمام ہوئی۔ فَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحۡسَانِهٖ۔

لاہور
۲۳ - اکتوبر ۱۹۷۹ء
یکم ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ